بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

بولتی آنکھیں
افسانہ
سلیم ابوبکر کھانانی

عجب دور ہے کہ عوام الناس تو کیا اب تو پورے کے پورے ملک ہی دیوالیہ ہوتے جارہے ہیں
کریڈٹ کارڈ کیا متعارف ہوئے لوگوں کی ضروریات بڑھنے لگیں
تنخواہ کم اخراجات زیادہ اور کریڈٹ کارڈ کا بیلنس اس سے مزید تر
کچھ یہی معاملہ عالمی مالیاتی ادارے سے قرضہ لینے کا بھی ہے
قرضے کا سود قرضے سے بھی بڑھتا جاتا ہے۔ قرضے کی رقم سے عوام کو براہ راست فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے ارباب اختیار کے اخراجات کافی حد تک پورے ہوجاتے ہیں۔ باقی اخراجات وہ دیگر ذرائع سے پورے کرلیتے ہیں۔ آخر خالی پیٹ عوام کی خدمت کیسے کی جاسکتی ہے جبکہ بھرے ہوئے بلکہ پھولے ہوئے پیٹ کو بھی عموماً دشواری کا ہی سامنا رہتا ہے؟

نجمہ کے والد نے بھی قرضہ لیا تھا جب وہ پیدا ہوئ تھی۔ کیا نہ کرتے ہسپتال والوں نے کہا تھا کہ زچہ و بچہ دونوں کی جان خطرے میں ہے اگر مبلغ دس ہزار فورا جمع نہ کرائے۔
دکان گروی رکھنی پڑی جو اب تک گروی ہے اور دس ہزار کا قرض پچیس ہزار تک پہنچ چکا ہے۔ تاہم وقت گزر ہی جاتا ہے۔ خیر سے اب نجمہ اٹھارہ برس کی ہونے کو آئ ہے۔

زچگی دس ہزار میں ہو تو کئ عورتیں اس جھنجھیلے میں الجھنا ہی چھوڑ دیتی ہیں۔
نجمہ کا بچپن کسی ہم شیر و ہم نوالہ کے بغیر ہی گزرا۔
نجمہ کی من موہنی صورت ماں باپ کی مکمل توجہ کا مرکز تھی۔ اس کی بولتی آنکھیں شکر سے لبریز رہتیں لیکن شکایت کا ایک لفظ اس کے ہونٹوں پر نہ آتا۔
دیکھنے والے اس نازک اندام کے گرویدہ ہوجاتے۔ ماں باپ نے سکول تک نہیں بھیجا کہ کسی حاسد کی نظر بد کا شکار نہ ہوجائے۔ گلی کوچے کے شکاریوں سے بھی بچا کے رکھا تھا۔

قرضہ انہوں نے اپنے محلے کے شیخ صاحب سے لیا تھا جو ہر مہینے بلا ناغہ آ ٹپکتے،
کچھ رقم لیتے اور قرضے میں مزید سود کا اضافہ کر کے چلے جاتے۔ ہاں چائے پینا
کبھی نہیں بھولتے تھے
ایک دن تشریف لائے اور نجمہ کے ابا سے مصروف سخن ہوئے۔
شیخ صاحب کو وڈ کی وبا کا کاروبار پر برا اثر پڑا ہے۔ گھر کی ضروریات تک پوری "
"نہیں ہو رہیں۔ ذرا مہلت دے دیں۔ بڑی مہربانی ہوگی۔
شیخ صاحب کی خضاب آلود مونچھوں کو تاؤ آیا ہی چاہتا تھا کہ نجمہ چائے کا کپ لیکر
شرماتی ہوئ آئ
!قندھاری انار جیسا رنگ اور بولتی آنکھیں
شیخ صاحب کچھ کہتے کہتے رہ گئے
چائے کا کپ لیا اور بولتی آنکھوں کے نیلے سمندر میں ڈوب گئے
"نجمہ اندر آجاؤ۔"
ماں کے بلانے پر نجمہ تو اندر چلی گئی لیکن اپنے ساتھ شیخ صاحب کا بہت کچھ لے
گئ، غصہ، دبدبہ، دل، عقل۔
:شیخ صاحب نے چائے کا ایک گھونٹ لیکر کہا
افضل صاحب کو وڈ نے تو سب کو ہی مشکلات میں ڈال دیا ہے لیکن آپ سے پرانے "
تعلقات ہیں۔ کچھ لحاظ تو کرنا ہی پڑے گا۔
"یہ آپ کی بیٹی ہے ناں؟
"جی جی نجمہ ماشاء اللہ اٹھارہ سال کی ہوگئ ہے۔"
@کچھ اس کے رشتے کے بارے میں بھی سوچا؟ "
"نہیں شیخ صاحب۔ اس کا جہیز کہاں سے لاؤں گا؟ "
"!ارے افضل بھائ آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں؟ " ہم ہیں ناں"
پھر شیخ صاحب نے اپنے دل کا مدعا بیان کردیا۔ نجمہ سے نکاح کے خواہاں تھے اور
خیر سگالی کے طور قرضہ معاف کرنے کی فراخ دلانہ پیش کش بھی کی۔
ضرورت کا خود غرضی سے بڑا گہرا رشتہ ناطہ ہوتا ہے۔
نجمہ کی اور شیخ صاحب کی عمروں میں مشرق و مغرب کا بُعد افضل صاحب سے
ڈھکا چھپا نہیں تھا لیکن ایک پنتھ دو کاج کا معاملہ تھا
شیخ صاحب سمجھ نہیں آتا کہ میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں؟ لیکن بیٹی کا باپ ہوں "
"اسے خالی ہاتھ کیسے بھیجوں؟ اور ابھی دکان بھی تو گروی رکھی ہوئ ہے۔
ارے آپ کیوں فکر مند ہورہے ہیں۔ آپ کی عزت میری بھی تو عزت ہے۔"
یہ رہے کچھ روپے۔ نجمہ کے لیئے کچھ اچھے سے کپڑے اور زیور کا انتظام کیجیئے
باقی بند و بست میں خود کر لونگا۔ دکان کے کاغذات بھی کل ہی آپ کو مل جائیں گے۔
"بس آپ نکاح کی تاریخ مقرر کردیں۔
نجمہ کی ماں یہ مکالمات سن رہی تھی۔ فورا برآمدے میں آکر شیخ صاحب کی بلائیں لیں۔

"بیٹا تم ہمارے لیئے فرشتہ بن کر آئے ہو۔ اپنی آپا صغرٰی اور قاضی صاحب کو لیکر "
"اگلے جمعہ کو آجانا۔"
پیسے بھی مل گئے اور دکان کے کاغذات بھی آگئے۔
بولتی آنکھیں کچھ چپ چپ سی رہنے لگیں۔جمعرات اماں نے اپنی لاڈلی کے ہاتھوں کو مہندی سے مزین کیا اور اس کے چہرے پر ابٹن بھی لگایٔ۔
نجمہ کے اداس چہرے کو کون پڑھتا اور بولتی آنکھوں کی زبان سننے کا وقت مصروف ماں باپ کے پاس کہاں تھا؟
زرد لباس میں لپٹی شہزادی اس رات بے خواب رہی۔
نکاح کے وقت لڑکی کی خاموشی اس کی اجازت سمجھی جاتی ہے۔ شیخ صاحب کی آپا کے علاوہ محلے کے دو چار لوگوں نے مبارک باد اور دعائیں دیں۔ کھانے کے فورا بعد رخصتی ہویٔ۔ باپ نے سر پر دست شفق رکھا۔ ماں نے سینے سے لگا کر دل کے جذبات آنسوؤں میں بہا دیئے۔
سمٹی ہویٔ دلہن خشک آنکھیں لیئے اپنے عمر رسیدہ شوہر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر وداع ہویٔ۔
شیخ صاحب گاڑی چلا رہے تھے جب کہ ان کی ہمشیرہ پچھلی نشست پر نجمہ کی بلائیں لیتے تھک نہیں رہی تھیں
نجمہ کچھ بات کرو!" شیخ صاحب نے غیر معمولی نرم لہجے میں اسے مخاطب کیا"
"شرما رہی ہے۔ نیٔ نویلی دلہن ہے۔ گھر جا کر خوب باتیں کر لینا۔"
گاڑی لیاری کے پل پر ٹرافیک کے ہجوم میں کچھوے کی طرح رینگ رہی تھی۔
پل کے نیچے پانی تیز رفتاری سے لہریں اٹھاتا بہ رہا تھا۔
سمندر اور دریاؤں کے پانی کا ظرف اور وسعت نہ جانے کتنے پیاسوں کو اپنی آغوش میں چھپائے پھرتا ہے۔ جسے کہیں پناہ نہ ملے اسے پانی اپنی مادرانہ شفقت کے سائے میں پوری دنیا سے پوشیدہ رکھتا ہے کہ کہیں ٹھیس نہ لگ جائے۔
بولتی آنکھوں نے پانی سے سرگوشی کی
جنم جنم کی پیاسی ہوں! مجھے سیراب کروگے؟"
پانی کی ممتا نے لہروں سے کہا کہ اٹھو میری بچی کا استقبال کرو۔
:لہروں نے بولتی آنکھوں کو ساگر ماں کا یہ پیغام دیا
"!آؤ میری بچی میرے گلے لگ جاؤ۔ آج کے بعد تم کبھی پیاسی نہ رہو گی"
گاڑی رکی ہویٔ تھی کہ اچانک دروازہ کھلا اور پھر----
بولتی آنکھیں چپ دریا میں ڈوب گئیں
باپ کی گردن قرض سے رہا ہو چکی تھی۔
زندگی میں ہونٹوں سے ایک لفظ نہ بولنے والی لڑکی نے اپنی پرورش کا قرض بھی بمع سود کے ادا کردیا تھا